
THE
OUDH PUNCH LUCKNOW
Volume X
1925
WISE MAN IS NOT TO BE DICTATED TO BUT HE IS TO DICTATE UNTO OTHERS (ARISTOTLES)

[illegible]

جلد ۱۰ نمبر ۳

مضامین غیر

۱۲ر جنوری سنہ ۱۹۲۵ء

ترشحات

(از خامۂ سید وصی شوق بلگرامی حال مقامی بلگرام ضلع ہردوئی)

کیسی تن میں سکتہ پہ زردی ہے — شکل جاڑے نے ایسی کردی ہے
ٹھنڈی سانسیں وہ لے کے کہتے ہیں — آتشِ دوزخ کی ہم کو سردی ہے

مجھ سے کہنے لگے یہ شیخِ ضعیف — کھاؤں کیا خشک ہے ربیع و خریف
میں یہ بولا کہ ہے روئی مہنگی — سردی کھاتے ہیں سب رذیل و شریف

مجکو معلوم ہے زاہد کی حقیقت ساری — کون کہتا ہے کہ قرآن پڑھا کرتے ہیں
اس گرانی میں تحفظ کے لیے سردی سے — بیٹھے آتش کا وہ دیوان پڑھا کرتے ہیں

مجھے [illegible] ہے اگر گرمی نہیں سکتی — اگر گرمی ہوئی حاصل بہر گرمی مل نہیں سکتی

مسئلہ جو آگیا گئو کی لپیٹ میں — سوراج بھی چلا گیا گئو کے پیٹ میں

گاندھی کا کہنا قوم نہیں ہے جو مانتی — یہ وجہ ہے کہ آ نہ سکی اس میں شانتی

آل انڈیا میوزک کانفرنس کے نام
چوک کی سدا سہاگنوں کا شکایت نامہ

اے بی۔ تم بڑی بے مروت ہو جو ہمارے ہی شہر میں آنا اور ہمیں کو ہم ہی سے بیدخل کرنا! بہت اچھا کبھی کے دن بڑے کبھی کی رات۔ تم اپنے دل میں خوش ہوگی کہ انھیں کے شہر میں دندناتے آئے رئیسوں کو رجھایا۔ تمغے انعام دیے اور چل کھڑے ہوئے مگر میری جان یہ کچھ فخر کی بات نہیں۔ رئیسوں کی طبیعتیں ہمیشہ ہماری محتاج رہیں اور رہیں گی ہمارے دم قدم سے روشن رہیں گی اسے ہم وہ ہیں کہ ہمارا مارا پانی نہیں مانگتا۔ جتنا روپیہ تم نے سمیٹا اور تقسیم کیا اتنے کے تیل ماش یہاں روز صدقے میں رکھے جاتے ہیں۔ تم معلوم نہیں کن خیالوں میں ہو لاٹ صاحب کے پانچسو روپے کس شمار قطار میں ہیں یہاں بیسیوں رنگیلے نواب رئیس والی ملک راجہ مہاراجہ زمیندار تعلقدار رنگین رکھے کئی ایک لاٹ صاحب ان کے تلے سے نکال کے پھینک دیے اور کبھی بڑا بول نہیں بولا۔ تم اپنا ایک کالج لیے پھرتی ہو یہاں سیکڑوں عمارتیں ہر شہر میں کھڑی ہیں۔ تم نے بات نہ پوچھی تو ہمارا کیا بگڑا۔ ذرا انھیں لوگوں سے پوچھو جو آج تمھارے چاہنے والے کہلاتے ہیں ہم جھوٹ کہتے ہیں یا سچ ان میں سے کتنے ہیں جن کے پہلو سے پہلو بھڑا کے ہم نہیں بیٹھے۔ خدا جانے آج کس منہ سے کہتے ہیں کہ صاحب رنڈیوں کی ایسے جلسے میں شرکت نامناسب ہے۔ اے کیوں نہ ہو میاں ساتھ کھا کے ذات پوچھنا اسی کو کہتے ہیں۔ تم نے اجڑا ہیں اور ہم نے بھون بھون کے کھائیں۔ بھلا کوئی ایسا تیسا بتائے تو سہی کہ ہماری شرکت سے کون سی توہین ہو جاتی۔ آخر لوگوں جب تم اپنے یہاں شادی بیاہ کرتے ہو تو ہمیں بلاتے ہو ہم گاتے بھی ہیں اور جو کوئی شوقین مل گیا تو پہلو بھی گرماتے ہیں پھر اس شادی بیاہ میں سب تمھارے خاندان کے شریف زادے ہوتے ہیں یا نہیں۔ ہم سے تو آج تک کسی نے نہیں کہا کہ تمھارے آنے سے ہماری ہیٹی ہو گئی۔ جو یہی خیال ہوتا تو بلاتے ہی کیوں کوئی ہم آپ سے آپ تو چلے نہیں گئے تھے کہ خدا کی راہ پر ہمارا بھی مجرا کروا دو۔ پھر اسوقت محفل کی توہین نہ ہوئی تو آج کیوں یہ بہانہ کیا جاتا ہے۔ اجی (اور جو) یہ کہو کہ بہت سی شریف زادیاں اس جلسے میں شریک تھیں تو یہ بھی بے جوڑ بات ہے کیا اس صحبت میں بدنظر مردوے نہیں تھے ساری صحبت فرشتوں کی تھی؟! اے جھوٹے! اپنے دیدوں کی قسم جھوٹ!! اس صحبت میں سیکڑوں گھورم گھارا کرنے والے مردوے تھے بہت سے ہمارے ملنے والے تھے۔ پھر ہم تو عورت ذات ہیں دور سے مجرا کرتے اور چلے آتے ان بدنظروں سے جو قریب بیٹھے تھے ہم پر غنیمت ہیں ہم کسی بہو بیٹی کا کیا بگاڑ لیتے۔ اسکے علاوہ جو راگ گانے بجانے وہ بھی ہماری صحبت میں بیٹھنے والے تھے کوئی عرش سے نہیں اترے تھے۔ بہتیرے ایسے تھے جنکی آمدنی ہماری ذات پر موقوف ہے تنخواہیں دیتے ہیں خوشامدیں کرتے ہیں استاد استاد کہتے منہ خشک ہوتا ہے۔ ہزاروں کا سلوک ان کے ساتھ کرتے ہیں۔ اگر کسی کی نوکری کی تو اس رئیس کے دربار میں ان کی سفارش بھی کی کہ آج ہمارے استاد نائک ہیں ان کا جواب دینے والا کوئی نہیں۔ اللہ نواب ان کو نوکر رکھ لو ثواب ہوگا بوڑھا دم ہے شرین دعائیں دیں گے فرشتے خوش ہوں گے قبر کے ہتحال میں سختی نہ ہوگی تمھارے باپ دادا کی ہڈیاں بہشت میں رہیں گی۔ جو سچ پوچھو تو استادوں کو بغیر ہمارے اس جلسے میں شرکت ہی نامناسب تھی اگر یہ لوگ ضد کرتے اور اپنی بات پر اڑ جاتے تو بی صاحب یا تو ہم شریک ہوتے یا تمھاری ہستی خاک میں مل جاتی مگر وہ تو نگوڑا دنیا میں مروت کا کال ہے سب نے توتے کی طرح منہ پھیر لیا آنکھیں بدل لیں تو یاں تو تیل ہی

نہ تھا۔ اللہ جانتا ہے جو ہم شریک ہوتے تو سب دھری تھی جس کا رونا شہر والے ہر گلی کوچے میں روتے پھرتے ہیں ہرگز نہ ہوتی۔ یہ خالی کہنے کی بات ہے کہ گانے کے لیے مردانہ گلا ٹھیک ہے عورت بھلا کیا گائے گی۔ عورتیں تو ایسا گاتی ہیں کہ بڑے بڑے استادوں کے چھکے چھڑا دیتی ہیں۔ بھلا محفل میں رنڈیوں کے آگے کسی کا چراغ آج تک جلا ہے؟ مردوں کو خوش کرنے کے لیے ہمارے پاس گلا ہے اور گلے کے ساتھ صورت شکل ناز انداز چھب تختی چلت پھرت بھی ہے ہم تو انسان کا دل سینے کے اندر سے کھینچ لیتے ہیں استاد تان رس خاں لاکھ لاہی اور کرکری کی پگڑیاں باندھیں محفلوں میں بن سنور کے جائیں مگر ڈاڑھی مونچھ والے ساتھیوں پر کون ریجھے گا؟ یہ لکھنؤ ہے رامپور نہیں ہے۔ ابھی کل کی بات ہے پڑوس میں جو مولوی صاحب رہتے ہیں ان سے ہم نے پوچھا کہ حضور یہ گانا بجانا جائز ہے کہنے لگے :۔

"استغفر اللہ حرام مطلق ہے"

پھر جب یہ کام حرام ہے تو بھلا قبر میں کام آنے سے رہا جو لوگ اسے سنتے ہیں لذت اور مزے کے لیے سنتے ہیں۔ خدا بھلا کرے لاٹ صاحب کا سنتی ہوں کہ ان کی بھی یہی رائے ہے وہ بھی اس کام کے لیے عورتوں کو مردوں سے اچھا سمجھتے ہیں۔ بتاؤ بی کانفرنس جان جب ساری کانفرنس کا حاصل مزا اور لذت ہے تو مردانی صحبت میں مردوں کے گانے سے کیا خاک مزا ملا ہوگا۔ لوگ کہتے ہیں کہ جلسے میں "ساز" نے آبرو رکھ لی ساز تو بجے سب اچھے ہے مگر گانے میں پلیوں کے لڑنے کا لطف آیا۔ بھاڑ و پھرے ایسے گلوں پر۔ توبہ۔ دیکھا آغا ٹھمرا شہیا دوہر چیانے کالی کالی سی صورت مرگھٹ کی سی چیتا سر پر دنیٹ کا غلام مڑے ہوئے لیجو کی تنا دھرج باہر نکلی ہوئی پیٹ پر ایمان کی تبرہ مندر میں روانت نہ پیٹ میں آنت بیٹھتے ہی لگا پچھلے باتس کے کرتب دکھانے۔ کیا گایا؟۔ بلاول۔ اے سبحان تیرے بلاول میں بھاؤ کی آواز تو ہوتی ہی ہے معلوم ہوا سچ مچ ملہار کا مینا آگیا چھنو کے نخرے کا زور شور ہے۔ نتھنوں سے پھنکار بلند۔ غوں غوں غر۔ میاؤں کی سرگم بھری جا رہی ہے۔ دوسرے صاحب تشریف لائے کندھوں سے طنبورے کا بچا لگا ہے "اللہ اللہ بھائی کرتے بیٹھے۔ کبھی کان مروڑے طنبورے نے کہا چوں کبھی چٹکیاں دیں طنبورے نے کہا آخوں۔ اب سیاری الاپ شروع ہوئی :۔

ہو تک ہوا ہو تک ہوا۔

واہ کانفرنس بھی ہے اور عجائب خانہ بھی ہے بھانت بھانت کی بولیاں بول کے اپنی جان اور سننے والوں کی جان ایک کی۔ پھر بھی اٹھنے کا نام نہیں لیتے۔ بیوا لگ گیا جیسے تختوں پر کسی نے چونا سی دیا۔ خدا خدا کر کے ان سے نجات ہوئی اے لو وہ تیسرے صاحب ڈٹ گئے آپ کون ہیں؟ اے خدا رکھے آپ عجب کامل کمل شخص ہیں آپ کا گلا دنیا میں جتنی آوازیں نکلتی ہیں سب کے ادا کرنے پر قادر ہے۔ اے دیکھیے وہ جھکنا چھپا۔ وہ جھینگر بولا وہ سی پوں ہوئی۔ وہ کتا رو دیا۔ وہ بڑھنا بھوٹا۔ وہ کنکروں بھرا گھڑا ہلا۔ وہ موٹر کا بھونپو بجا۔ وہ چرخا گھوما۔ وہ کنواڑے کی چول بولی وہ جھینگا ٹک مٹرایا۔ وہ مچھر بھن بھنایا وہ سارنگ کھی کے چھتے میں ڈھیلا پڑا۔ وہ بیگن بھیجی کے حلق میں کیا پھنسی۔ وہ تیل کنستر کوے سے پیچ چلی وہ مینا کو درد لگے۔ وہ ہیرامن توتے کے بچے نے رنگ وہ بھینس نے گاہ رکھوانے کے زمانہ کی خبر دی۔ وہ اونٹ بلبلایا۔ وہ بچھو نہ دیکھ چلائی وہ بھری صراحی لنڈھی۔ وہ عاشق کی دوالی نے زور باندھا وہ ہوائی چھوٹی۔ وہ سعدے کا کبوتر گوجا۔ وہ نقارہ پٹا۔ وہ توپ دغی ریل تو جلال تو سب کرامتیں ایک ہی گلے میں اکٹھا ہیں لطف یہ کہ ان آوازوں میں سرگم پوری موجود ہے آپ کو مزا ملے یا نہ ملے موسیقی کو ان آوازوں سے تعلق ہو یا نہ ہو ان کی بلا سے۔

ان کے بعد چوتھے صاحب کی باری آئی آپ کا ڈیل ڈول گنبد آواز درجنیش خود سنتے ہیں اور سازندوں کو سناتے ہیں شٹیا کی جنبش سے معلوم ہوتا ہے کہ سُم کو قبر تک پہنچا آئے۔ اشاروں میں سرگم پوری کرتے ہیں۔ سمجھ دار کی موت ہے۔ گویا راگ اسی کا نام ہے گاتے کیا ہیں اچھال چھکا پھرکیوں کی طرح اڑن چھو ہوئے بیٹھے ہیں۔ کنکوے کا ٹھوٹھ ہے انگلی کے سہارے جھولتا معلوم ہوتا ہے۔

پانچویں صاحب تان کی لبیان چڑان ا بے ڈیل سے ناچنے لگے۔ ای ای ای ای ای کی اور میٹھے دودنا بن گئی پاؤں اڑدوں گھڑوں کھیلنے لگے جتنی آآآ بڑھی اتنے ہی چوتڑ اٹھانے لگے۔ طبلے نے کہا "دھا" اور آپ دھڑسے تخت پر گر پڑے۔ چلیے صاحب تالیاں پٹنے لگیں۔ نگوڑی رنڈی کی کیا کھا کے گلی ہے جو ایسی بے تمیزی کرے گی ہاتھوں ٹانگوں میں بھی رسن کی طرح بٹا سا آیا اب کوئی چیز قابو میں نہیں۔ ہم جو ناچنے اور بھاؤ بتانے میں اشارے کرتے ہیں ان میں اتنا مزہ بھرا ہے کہ وضو ٹوٹنا تو درکنار ملیوں کو حال آتا ہے۔ اس انیٹھے پن میں کیا رکھا ہے ہاں یہ دوسری بات ہے کہ سننے والے ہنسی نہیں تو آ ہی ہی جاتی ہے یہ لوگ اسی خیال سے کہ موسیقی جاننے والے اناڑی اور ساتانی نہ کہیں زبردستی شیخی بگھاریں :۔

اے واہ استاد کل جو آپ مالسری گا رہے تھے تو آپ نے امروہی دونوں میں کیا خوبصورت رکھب لگائی تھی کہ دل لوٹ پوٹ ہو گیا۔ اور جب آپ بنگال گانے بیٹھے ہیں تو ایسی خوبصورت پنچم لگائی ہے کہ میں تو مالسری کی رکھب اور دھیوت بھول گیا واللہ ہوش ٹھکانے نہیں تھے وہ تو کہیے بھائی للن صاحب ساتھ تھے خدا جانے کہاں سے پانی ڈھونڈ کے لائے منہ پر چھینٹا دیا تو ہوش آیا۔ یہ سردی کا زمانہ دیکھیے بار بار پیشاب لگتا ہے مگر انتظام کرنے والوں نے پانی بھی نہ دیا اور پیشاب کا مقام بھی نہیں بنایا کہ خدا نہ کرے نقارہ چھوٹ نے شیخی خورے صاحب اگر ایسی باتیں نہ جانیں

انگلستان میں ایسی جنسیں جن کا استعمال آپ
اختیار کیجیے ہیں بہت ہی گراں ملکہ نایاب ہیں
ان برسوں دو برس سے جاڑوں کو چینے سے
لاد کر عراق سے ولایت لا رہے ہیں - ہوشیار
باش اسپ تازی -

پیمانہ جنوری ۱۹۲۵ء

"ابھی حال سے تو ہم یہ سلسلہ قطع کر چکے تھے
مگر اکثر صاحبان ذوق کی رائے ہے کہ یہ سلسلہ اصلاح
زبان و اصلاح تالیفات کے لیے بہت مفید ہے
وہ فرماتے ہیں کہ ان مباحث میں کچھ کام کی
باتیں ایسی مل آتی ہیں جو ادبیات میں ذوق
رکھنے والوں کے واسطے ہدایت نامہ کی خدمت
انجام دیتی ہیں - ملک کی بدقسمتی دیکھیے کہ ایسے
لوگوں کی پود بڑھ رہی ہے جن کو قلم پکڑنے
کی تمیز نہیں جہل مرکب میں مبتلا ہیں -
خود ستائی بڑے سورے کی دلالی کر رہی ہے
جدت کے جادو میں مبتلا ہونے والے یہ سودا
مول لیتے ہیں اور اسکے ضرر سے ناواقف
ہیں - خدا انہیں لوگوں کو اصلاح کی قدر
و توفیق عنایت کی ہے نہیں اپنے فرض سے
غافل نہ رہنا چاہیے -"

بور کے لڈو کی مثل آپ نے سنی ہو گی -
ایک خوانچہ والا لکھنؤ کے بازار میں صرف
بنا کے لڈو بیچتا اور صدا دیتا تھا -
"بور کے لڈو ہیں جو کھائے گا وہ پچھتائیگا
جو نہ کھائے گا وہ پچھتائے گا"
سودے کی ارزانی دیکھا اور بڑھیا صورت
دیکھ کے لوگ لڈو لیتے اور منہ میں رکھتے ہی
اخ تھو اخ تھو کرتے گئے - اتفاقاً ایک
طالب علم نے بھی دو پیسے کے لڈو مول لیے
ذرا چکھنے کے بعد میاں حلوائی سے کہا کہ بھائی
اپنے لڈو لو اور میرے دام پھیر دو - مگر اس نے
حجت پیش کی کہ حضرت میں تو پہلے ہی کہتا
ہوں کھائے وہ پچھتائے - بات منطق کی رو سے
درست تھی طالب علم صاحب چپ ہو رہے اسی
جگہ لنگی بچھا دی اور لڈو سامنے رکھ لیا ادھر
کا گاہک حلوائی سے سودا کرنے لگا ادھر آپ نے
لڈو کا ایک ٹکڑا توڑا اور خریدار سے کہا پہلے
چکھ لیجیے پھر مول لیجیے چکھنے کے بعد کون بیوقوف
پھنستا - لڈوؤں کی تجارت میں بازار ٹھنڈا
حلوائی صاحب نے غریب طالب علم کے سامنے
ہاتھ جوڑے کہ حضرت اپنے دام لیجیے اور یہاں سے
چل دیجیے مگر اب آکر تو جاؤ کہاں - آخر دوگنی
بڑھانی پڑی - جب سے اب تک بور کے لڈوؤں
کی تجارت موقوف و معطل تھی مگر اب بصورت
"پیمانہ" پھر یہ بیوپار شروع ہو گیا - ہمارے
دوست خواجہ علی محمد صاحب بھی طالب علم
ہیں - خاموش رہنا انکے نزدیک گناہ عظیم
ہے - لنگی بچھ گئی ہے "پیمانہ" پر موقوف
نہیں آجکل جتنے بور کے لڈوؤں کے سوداگر
ہیں آپ کا قصد ہے کہ سب کی قلعی کھولیں -
قصد مبارک ہے - اور اسکی مساعدت
خیر خواہان ادبیات کا فرض " ایڈیٹر

خدا جانے کس اوندھی کھوپڑی والے نے
خبر اڑائی تھی کہ پیمانہ اوندھا ہو گیا شراب
لنڈھ گئی - میخانہ کا در بند - رند لوٹے گرانی
کی طرح جوتیاں چٹخاتے پھرتے ہیں جس ساغر
کی تشکیل سیماب سے ہوئی ہو اسکا ٹوٹ کے
جڑ جانا مشکل نہیں ؎

خاصیت سیماب بود عاشق را
تا کشتہ نگردد خطرابش نرود

ٹوٹنا اور جڑنا ہ دونوں کی بنیاد اضطراب کم
خستگی و زود شکنی کون و فساد کا حاصل ہے -
بعد تحقیق و تفتیش معلوم ہوا کہ پیمانہ صاحب خم
شراب کی تہ میں ناک پکڑ کے ڈبکی لگا گئے تھے
تین مہینے تک ہاتھ گھنگھورے گئے تو حضرت کا
پتا لگا - جنوری کے ڈھیلے آج میں ابھرے
پہلے تھی چھپنا "تین مہینے کی جل" آسنی سے
اب ان پیمانہ - سائز بڑھ گیا - دو چار بتلا دو ورنہ
اور اترا تو پھر "تالاب" ہو جائے گا -
"اے ہاتھی آئیں گوشے جائیں اونٹ بچارے غوطے کھائیں"
اس تین مہینے کی غیر حاضری کے بارے میں ایڈیٹر صاحب
نے کوئی معذرت نہیں کی - مقابلۃً سائز کا گھیرا بڑھ جانا
عذر کا قائم مقام ہے - سال رواں کے مساوی
ہو گیا دسمبر ۲۴ء تک تو پیچھے رہے جاتے تھے
اب سے پیدا ہونے کے یہی معنی ہیں - خیر ہو گا ارکان
جانے لوہار جانے دھونکنے والے کی بلا جانے "
ہم تو عاشقانِ صفت میں داخل ہیں - وقتی شکایت
البتہ ہمیں بھی ہے کہ ہمارے پاس جو نسخہ پہنچا ہے
وہ ناقص ہے - سر ورق پر "مصور" لکھا ہے اور اس میں
تصویر نہیں ہے - افواہ ہے کہ تبسم نسائیت کے نام
سے ایک تصویر پرچہ کی ابتدا میں لگائی گئی تھی
افسوس دفتری کی غلطی سے ہم ناکام رہے دیدار کا
محل نہ ملا - تبسم اور پھر نسائیت کا تبسم - ایک کڑوا
کریلا دوسرے نیم چڑھا - ہم واللہ تصویر ضرور مزے دار
ہوگی مگر کیا کریں مجبوری ہے - سراپا و حلیہ لکھنے
سے قاصر ہیں - ہاں "جرعات" حاضر ہیں ان پر نظر
کی کلیاں کھوکیے - ایڈیٹر صاحب تحریر فرماتے ہیں :-
"اب تو پیمانہ پیمانہ نہیں ہے "میخانہ" ہے"
دیکھا آپ نے ہماری نصیحت کا اثر مگر پھر بھی نام بدل دیا
فرق صرف اسقدر ہے کہ "پ" سے "م" بدل گیا
ہماری لغت میں "پ" ایک ضروری حرف ہے -
کیوں؟ اسلئے کہ "پیروی" میں بھی "پ" ہے -
ایڈیٹر صاحب ہماری رائے پر عمل نہ فرمائیں مگر
صاحبانِ عقل و نظر اس مہمل عبارت آرائی کے
مجموعہ کو فضلۂ ادب ہی تصور کرینگے مگر "وارد":
پیمانہ یا سائز بڑھ جانے سے قدریں زیادتی مشکل
ہے - لہذا یہ فرمائش بھی پوری نہیں ہو سکتی کہ :
"آپ دو دو نئے خریدار مہیا کر دیں" مقصد صاف ہے
اعلان کے بعد کہ میں دسمبر تک بالکل خاموش رہونگا
اس لیے کہ تین مہینے کی خاموشی ان بیچاروں کو
ضرور کھل گئی ہو گی جنہوں نے یہ بور کے لڈو خرید کیے
ہیں - ان بور کے لڈوؤں کی ترکیب خود ستائی

شاگرد و استاد کے سخن شہرے کے سوا کیا دھرا ہے۔ آپ نے سال نو کی مبارکباد کے عوض میں بھی اخلاق اور غریب اُردو پر ایک وار کر ہی دیا۔ لیجئے "اپسندیدہ" کیجیے اور عصرہ تناول فرمایئے "ناپسندیدہ" کی تشریح اسوقت معلوم ہو سکتی ہے جب کسی کے پاس حرام کی کمائی کے دو آنے یا چار ٹکے پیسے ہوں اور وہ آپ کی نذر کرے۔ اس عصرہ کی نسبت التماس ہے کہ عربی میں طعام صبح و دوپہر کے کھانے کے واسطے الفاظ مخصوص ہیں۔ فارسی میں بھی "طعام صرف شد" محاورہ ہے۔ عصرہ کا صاد ساکن ہے تو اسکے معنے بڑے درخت کے ہیں۔ بس اپنے جیسے قدردانوں سے یہ فرمائش کہ "عصرہ تناول فرمایئے" بیجا ہے کیا معنی کہ درخت کا ٹھونٹھ کوئی بھلا آدمی نہیں کھاتا اور اگر عصرہ کا صاد متحرک ہے تو اسکے معنی غبار غلیظ ہیں۔ بس خاک بود ہمین قدردانان رنجتن سوے غیرت اگرچہ وہ بودار سرست ہوے شیرے ہیں خاک کال کے قابل تیار ہو سکتے ہیں۔ اے حضرت لفظ گردہ میں کیا دشواری ہے؟ چٹکی بجاتے ایک چیز کے ہزار نام گڑھے جا سکتے ہیں۔ بچاری نہاری فرہ باشد نیمروزہ شب لقمہ جتنے نام کیجیے گڑھ دیے جائیں۔ کسی طرح آپ کی سماعت کی لذت اندوزی تو ہو جائے۔

صفحہ ۶ کے سرے پر ایک گول دائرے میں الف ممدودہ لکھا ہوا ہے (آ) اسکے معنی ہماری سمجھ سے باہر ہیں۔ ایک "آ" کبوتر بازوں کی زبان پر جاری رہتی ہے دوسری "آ" بلبلی کی زبان سے بارہا سنی گئی ہے۔ مداری جب گولا غائب کرکے ظاہر کرتا ہے تو کہتا ہے "آ" تیسری "آ" ہے یعنی مگر گول کے سوراخ میں بتانا ہو چوتھی "آ" ہے اور نئی "آ" خصوصاً آخری صورت کی "آ" نے تو قیامت ہی برپا کر دی۔ بھلا یہ بھی کوئی فرمائش ہے؟ ؎
دہ کند بے تاب ساغر جام سفالی میں بھی آ "

ساغری کے حرفی معنی بھی آپ کو معلوم نہیں۔ ترکی زبان میں "گرال" گول گنبد نما جھونپڑی کو کہتے ہیں۔ شاید شاعر صاحب اس سے ناواقف تھے ورنہ "گرال" کا پر لطف و با معنی قافیہ نظم سے محروم نہ رہتا۔ ہم سچ کہتے ہیں کہ جتنے قافیے اس نظم میں ہیں سب گوبر کے چھوت کی طرح راہ تخیل میں بجز بدنمائی کے اور کوئی فائدہ نہیں دیتے۔ از مطلع تا مقطع ایسے بے ربط الفاظ ہیں جنہیں کوئی صحیح الخیال سنے تو "ٹھیا" سے تعبیر کرے۔

اس مضمون میں زیادہ تر ہمیں جناب ساغر صاحب کے استاد معظم کے کلام پر تبصرہ مقصود ہے لہذا ہم "آ" سے درگزر کرکے اور آفت جان اردو یعنے سیماب صاحب کے کلام پر توجہ کرتے ہیں۔

شاگرد صاحب نے استاد نوازی میں جو نظر قصیدہ پڑھا ہے اسکی لفظی غلطیوں پر (مثلاً مصوروں۔ مولانائے محترم وغیرہ) ہم کہاں تک نظر کریں آخری بند ملاحظہ فرمایئے اور دونوں کی قابلیت کی داد عنایت کیجیے۔

اس سے پہلے کہ ہم الہام خانہ سیماب سے چند الہامی نغمے سنائیں آپ اپنی سماعت کو تعطر انصاف سے بسا لیجیے۔ اللہ جانے یہ "الہام خانہ" ثانی سندی آگرہ میں ہے یا الف ممدود (آ) کے سوراخ میں۔ مگر ہم آپ سے سچ کہتے ہیں کبھی اس الہام خانے میں انگلی باندھ کے جانے کا اتفاق ہمیں نہیں ہوا ورنہ عطر نہیں تو تعطر انصاف میں سماعت کا ٹھونگا ضرور بساتے۔ شاید سماعت تعطر انصاف سے محروم ہے اسیوجہ سے کلام کی گندگی محسوس ہو گئی فرماتے ہیں ؎

روز فراق غیر کو بھی انتشار تھا
میں بے قرار تھا جو جہاں بیقرار تھا

اس شعر میں شاعر کی طبع نازک نے عجب ندرت دکھائی ہے۔ فراق کا مرض غالباً شاعر یا عاشق کو تھا مگر غیر کی ہمدردی دیکھیے کہ اسے سخت انتشار نے گھیرا۔ غیر ممکن ہے کہ معشوق کے پہلو میں بیٹھے سے "انتشار العضو" کی بیماری غیر کو ہو گئی ہو لیکن مصرع ثانیہ میں "جو" کا مطلب سو دو مرتبہ (آ) کہنے پر بھی نہیں کھلتا۔ کیا یہ مطلب ہے کہ جہاں جو بیقرار تھا تو میں بھی بے قرار تھا؟ یا کاتب نے "تو" کی جگہ "جو" لکھ دیا؟

؎ یادش بخیر یاد ہیں دل کی مصیبتیں
پہلو میں اک ستم زدہ روزگار تھا

دل ہو یا نہ ہو مگر مصیبتیں یاد ہیں لہذا دوسرا مصرعہ بھی مصیبتوں کی شان میں ہونا چاہیے۔ اگر یوں کہتے

آتا ہے یاد کبھی دل گم گشتہ کا خیال
پہلو میں اک ستم زدہ روزگار تھا

تو معنی درست ہو جاتے۔ مگر یقین ہے تو حضرت کو خدا جانے کہاں کی عداوت ہے ؎

اللہ رے شام غم مری دل کی شکستگی
تاروں کا ٹوٹنا بھی مجھے ناگوار تھا

اے حضرت آپ کون ہیں؟ یوں کہیے

اللہ رے شام غم مرے دل کی شکستگی
تاروں کا ٹوٹنا بھی اسے ناگوار تھا

تو شاید کچھ مطلب بھی نکلے۔ حالانکہ ناگواری کی وجہ اس تبدل کے بعد بھی تحیر نہ کامرادر مسرت کا نیکنتیجہ ہے ؎

وحشت طراز تھی کشش شام بیکسی
مرکز سے اپنے دور چراغ مزار تھا

ہا ہا! بیکسی کی شام میں کشش اور کشش میں وحشت طرازی پھر اس وحشت طرازی کے طفیل میں چراغ مزار کا اپنے مرکز سے دور ہونا کسقدر مربوط مطلب ہے۔ خصوصاً چراغ کا مرکز۔ واہ رے تخیل معصوم کی سوزش، واہ رے احساس مظلوم کی بیچارگی اگر یہی شاعری ہے تو ہم بھی کچھ عرض کر سکتے ہیں اسکی خبردار رہیے کہ ہیئت میں آپ کے اشعار سے چار قدم آگے نمونہ ملاحظہ کیجیے ؎

انڈے کا زور چرخ کے تاب کا سگ
لیلے کا سنگ مزار زیب انہار تھا
لیتے تھا رہ ستم دریش سے فروش
زیادہ عروس صفار و کبار تھا
یادش بخیر سنگ مزار زمین دل
جذبات مرغ آہ کا زنگولہ بار تھا
دو شیشہ جمال کی ساحر طرازیاں
اک آبگینہ تھا کہ میان مزار تھا



علما پرستی

اے مولوی از کبر دماغت گندہ ہر گہ کہ کند سلام بر تو بندہ

چنداں حرکت بکن کہ از روئے قیاس معلوم شود کہ مردہ یا زندہ

(لکھنؤ کا ایک سودیانہ پرچہ خدا پرستی نہیں علما پرستی کی ہدایت کرتا ہے - پروفیسر اڈورڈ براؤن کی کتاب پریس اینڈ پوئٹری سے علما پرستی کا ایک کارٹون نقل کیا جاتا ہے - دُم سگ آقا ہم متبرک است بیائید و ببوسید)

وہ چرخ تھی یہ حدی خوان بحر دی
ہر نجم مضطرب صفت آبشار تھا
کہیے حضرت کچھ سمجھے! (باقی آئندہ)

راقم

خواجہ علی محمد خان اکبر آبادی

مولانا پنچ کی نوٹ بک

(یکم اپریل ۱۹۲۵ء)

لارڈ کرزن سے آنجہانی صاحب

لارڈ کرزن کے انتقال سے سچ پوچھیے تو ہمیں بہت رنج ہوا۔ لاٹ صاحب کی ذات اہل ہند کے واسطے بانی فساد و بیداد تھی تو ہوا کرے۔ انکی بدولت اکثر ایسے موضوع بحث مل جاتے تھے کہ ہفتہ دو ہفتہ کیا مہینوں ناظرین کی دلبستگی کا سامان ہو جاتا۔ ضرور ماتم نشین ہے کہ ہمارا لنگوٹیا یار چل بسا۔ انا نیت تمہ چوڑیاں ٹھنڈی کر چکی کہ اب کس کے برتے پر سہاگ! دھجیاں اُن کے جھوٹے ہندوستانیوں کی بدعہدی نے دل کھول دیے۔ کہ اب کوئی تک حلال کیا جانا نہیں۔ سنکی صولت منیذ کو سب ہے کہ ہائے ہیں بھی کیا بدبخت ہمیں مجھ نگوڑی کا ہاتھ جس نے تھما دیا وہ رنگور ہوا۔ ہندوستانی دولت گرو کن ان سے کہ مال مفت دل بے رحم اب کوئی بیدردی سے اپنی ظاہری نظم نام پر نچھاور کرنے والا نہ رہا۔

برطانوی خارجہ پالیسی چراغ لے کے ڈھونڈھیگی تو ایسا شوہر نہ پائے گی۔ لارڈ کرزن خود سدھارے تو خیر مگر یہ کیا غضب ہے کہ اپنے ساتھ ہمارے ہندوستانی کمانڈر انچیف لارڈ رالنس کو بھی لیتے گئے۔ زمانہ شناسوں کا قول ہے کہ کرزن صاحب کو اس ہندوستانی عہدے سے ہمیشہ تنفر رہا۔ کیونکہ آپ کی ہندوستان سے رسوائی و جدائی اسی عہدے کی بدولت ہوئی تھی۔ لہذا چلتے چلاتے ایک کمانڈر انچیف ساتھ لے لی۔

الرفیق ثم الطریق

جہاں تک ہمیں یاد ہے دوران جنگ میں جب یہ قانون پاس ہوا تھا کہ غیر ستاہل پر فوجی خدمت لازم ہے آپ نے شادی کر لی تھی تو لوگوں کو گمان ہوا تھا کہ قلعہ تاہل کے سایہ میں آپ نے پناہ لی ہے مرنا نہیں چاہتے۔ مگر واہ رے ملک الموت آخر مرنے کا سبق پڑھا ہی دیا۔ ہر حال ہمیں اس حادثہ میں برطانیہ کے ساتھ پوری ہمدردی ہے اگرچہ اب کسی کی ہمدردی مرنے والے کے کام نہیں آسکتی۔

عربی قطعہ ہے ؎

ولدتک امک یا ابن آدم باکیا
والناس حولک یضحکون سرورا
فاجهد لنفسک ان تکون اذا بکوا
فی یوم موتک ضاحکا مسرورا

اسکا فارسی ترجمہ ہے۔

یاد داری کہ وقت زادن تو
ہمہ خندان بدند و تو گریان
آن چنان زی کہ وقت مردن تو
ہمہ گریان شوند و تو خندان

ہمارے دوست کرزن صاحب نے دونوں باتیں پیدا کر لیں۔ برطانیہ ان پر روتی ہے ترکی اور دیگر خارجہ طاقتیں ہنستی ہیں کہ بڑے پھنسے تھے اب نجات ملی۔

بیچارہ

ہمارے پرانے مہربان لارڈ کرزن آنجہانی کے کارناموں میں سے ایک کارنامہ یہ بھی تھا کہ آپنے ریاست نظام کی ملکیت سے برار برآمد کر لیا جسکا پھر واپس آنا بہت دشوار ہے۔ بھلا چیچک کی لی ہوئی آنکھ بھی کہیں پھرتی ہے مگر حضرت نظام اپنی غزل کے مقطع میں فرماتے ہیں ؎

برار آ جائے قبضے میں ابھی ہو تری شاہی
دکن کا جب تلک اس وقت عثماں حکمراں تو ہے

لارڈ کرزن مر گئے مگر اُن کا مرگ عقل فنا دیا طمع کا رگ نہیں ہے۔ ابھی چپ رہیے کہیں کسی طرف سے یہ آواز نہ آئے کہ پہلے تو دے بھی دیتے لیکن اب آپ جانتے ہیں کہ اسکا صوبہ ایک مرنے والے کی یادگار ہے اسے کلیجے سے لگائے رکھنا مقتضائے مروت ہے۔

کامیاب عمل

سنتے ہیں کہ لارڈ کرزن پر بھی جراحی کا عمل ہوا اور لارڈ رالنس پر بھی۔ ڈاکٹر جب اپنے کام سے فارغ ہو کے نکلے تو انھوں نے اعلان کیا:۔

"نہایت کامیاب عمل جراحی ہوا ہے"

مگر افسوس دونوں صاحب چل بسے اور ان کیلئے بلا طلب سدھارنے سے ہمیں معلوم ہو گیا کہ:۔

"کامیاب عمل جراحی کے کیا معنے ہیں"

اس کامیابی کا مثل و نظیر نہیں۔ جادوئی کامیابی

لاعلاج بیماری

حضرت عیسے فرماتے ہیں کہ میں نے برص کے مریض کا علاج کیا وہ تندرست ہو گئے اندھوں کو خدا کے حکم سے بینا کیا مگر حماقت کا علاج مجھ سے نہ ہو سکا۔ اگر بیجا تعصب بھی حماقت کی ذیل میں آسکے تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ بھی بہت بڑی بیماری ہے اور اسکا علاج بھی عیسے کے پاس نہ تھا۔ صوبہ کی کونسل کے اجلاس میں جیل کے اصلاحات زیر بحث تھے ایک صاحب نے آنریبل ہوم ممبر پہ اپنے ہوشیاری کی نمائش فرمائی اور کہنے لگے کہ آپ نے پنڈت موتی لال نہرو سے دوستی ہے مگر جیل خانہ میں پنڈت جی کو اپنا کوٹ اپنے ہاتھ سے دھونا پڑا۔ دوسرے صاحبان خالی نسب نے شرم شرم کی صدا لگائی۔ گویا آنریبل ہوم ممبر صاحب جیل خانے

تو نہیں منسوخ کر دینے پر قادر ہے۔

جن کے منہ پر آنکھیں ہیں انھوں نے دیکھا ہوگا رکمنڈ کا ہیل نان کو پریشن کے زمانے میں پولیٹیکل قیدیوں کے واسطے ایک عیش خانہ تھا دوسرے صوبجات میں وہ اودھم ہوا کہ آج تک سزا پانے والے جھولے ہوں گے۔ یہ اعتراض ویسا ہی ہے جیسا ایک روسی مصاحب نے اپنے بادشاہ پر کیا تھا۔ حضور سے زیادہ کاہل میں نے نہیں دیکھا۔ بادشاہ نے سبب پوچھا تو کہا کہ ذرا سی زبان ہلا دینے میں آپ دریغ کرتے ہیں ابھی آپ اپنے خزانچی کو حکم دیں تو وہ دو تین توڑے اشرفی کے مجھ مفلس کو دیدے مگر واہ رے کاہلی و کسلمندی!

رسوا ہوا خراب ہوا مبتلا ہوا
کیا جانیے کہ دیکھتے ہی تجھ کو کیا ہوا

سنتے ہیں کہ مہاراجہ اندور عشق کے روگ میں پھنسے اصحاب پانچ برس کے لیے وطن چھوڑ لندن آباد کریں گے۔ سچ ہے یہ آسان سے آسان سزا تھی جو حکومت نے ان کے واسطے تجویز کی۔ دیوانہ سارے کو چھاؤں میں بٹھاتا ہے مگر ہمیں اس سزا میں مالی خرابی کے لچھن دکھائی دیتے ہیں۔ پانچ سال تک لاکھوں روپیہ انگلستانی ہوٹلوں اور موٹروں کے کرائے لگ جائیں گے۔ ریاست ہے مفلس۔ دیکھیے بی ممتاز جان بھی راجہ صاحب کی شناعت میں شریک ہوتی ہیں یا نہیں۔

حکایت

عمرو بن میمون کہتے ہیں کہ میں ایک روز کوفہ کی سیر کر رہا تھا ایک کوچہ سے ہو کے گزرا تو دیکھتا کیا ہوں کہ دو آدمی لڑ جھگڑ رہے ہیں۔ سبب دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ ان دونوں نے ساجھے کی ہنڈیا پکائی تھی مینڈھے کی زبان تھی انہوں نے ساجھا کیا تھا جب دونوں کی پالی کے کھانے بیٹھے تو ایک شریک نے مینڈھے کی بوٹی چپکے سے نکال کر اپنے روبرو ... کے سامنے رکھ دیا دوسرے شخص نے جھلایا

واہ ساجھے میں تو ہنڈیا پکائی اور اس شخص نے گوشت کی دولت کا تنہا وارث بن بیٹھا۔ اب راہ چلتے ڈھیر دیکھ کے کہیں گے کہ بھئی ہاں دیکھو جائیگا گھر سے جب تو قرقی کی پھریاں دروازے پر پہنچ گئیں۔

اگر ہم اصلاحاتی کمیٹی کی رپورٹ کو جس کا دوسرا نام مڈیمن رپورٹ مشہور ہے ڈھیلوں کے ڈھیر سے تعبیر کریں تو بڑے کی جان کی قسم ہرگز کسی کو حق نہیں کہ ہمیں جھوٹا کہے۔ فرق صرف اسقدر ہے کہ عاری سے لانے والوں نے کھا کے اپنا پیٹ بھرا تھا یہاں خالی چوسی ہوئی ڈھیلیاں پر لوگ لپٹ رہے ہیں۔

جس قانون کے رو سے کونسل کی تمام کارروائی منسوخ کر دینے کا حق گورنر یا گورنر جنرل کو ہر وقت حاصل ہے اسکی موجودگی میں کسی اصلاح کا نام اصلاح "مکمل انصاف کی گردن پر کند چھری پھیرنا ہے" خواہ دوعملی حکومت ہو یا نجیب الطرفین۔

حکایت

بعض کتب مثال میں ولایت اہواز کے چند کنجوسوں کی حکایت درج ہے کہ وہ ساجھے میں گوشت پکاتے تھے مگر ہر ایک اپنے حصہ کی بوٹیاں تاگے میں پرو کے اور کوئی نہ کوئی پہچان کر کے ہنڈیا میں ڈال دیتا تھا جب گوشت تیار ہو جاتا تو ہر شخص اپنا تاگا پہچان کے اپنا حصہ اٹھا لیتا رہ گیا شوربا تو وہ پیمانہ سے ناپ لیا جاتا تھا پانی بوٹی آپ شوربے کی مثل اسی وقت سے چلی آتی ہے۔

اب انھیں کنجوسوں کی روح نے ولایت لندن میں جنم لیا ہے ان میں سے ایک ہمارے مہربان لارڈ برکن ہیڈ بھی ہیں جو خزانہ ہند کی ہانڈی میں یوں ساجھا لگانا چاہتے ہیں کہ بعض عہدہ داروں کی تنخواہیں اور پنشنیں ہندوستانی مجالس قانونی کے اختیار میں نہ رہنے پائیں۔ ہر چند کہ خزانہ ہند کی ہنڈیا میں ایک بوٹی بھی ہندوستانیوں کی نہیں ہے مگر بوٹیاں چن کے بنشیں تیلے دوسرے میں پرو لے اور پھر امت

لعانت اکال لینے کا حق زبردستی حاصل ہے۔ یہی ہیات کہ بوٹیاں نکال لینے کے بعد شوربا بھی کو یا شوربا ہندوستانیوں کے لیے بلا شرکت دیگران چھوڑ دیا جائے گا تو یہ اب بحث ہے ممکن ہے کہ وارڈ ریڈنگ کی ملاقات کے بعد آلو شوربا بھی چھوڑ دیا تیار ہو جائے۔ بعض صاحبان سادے کہتے ہیں بوٹیوں کا ہاں اسی لیے گزندھا جا رہا ہے کہ گوروں کا حق محفوظ ہو جائے تو نئی اصلاحی اسکیم تیار ہو۔ ہم کیا کریں ہیں تو اس شوربے کی ہنڈیا میں بھی ٹھوکر لگنے کا اندیشہ ہے۔

اردو سے معلیٰ

ہمارے محترم دوست مولوی سید فضل حسن صاحب حسرت موہانی بی اے کانپور سے پھر اردوئے معلیٰ کی اشاعت فرمائی ہے اسکی سولھویں جلد کا پہلا اور دوسرا نمبر ہمیں پہنچا۔ ان نمبروں میں "نکات سخن" کے نام سے ایک مستقل کتاب نکل رہی ہے بیان محاسن و معائب و متروکات سخن اس کتاب کا موضوع ہے دو ایک نمبروں کے بعد ہم ان امور پر نظر کریں گے۔

سمن بنام مدعا علیہ برائے حاضری اصالتاً بغرض انفصال مقدمہ
(آرڈر ۵ - قاعدہ ۳)

عدالت منصفی فتح آباد مقام آگرہ ضلع آگرہ۔
مقدمہ نمبر ۵۹۳ بابت سنہ ۱۹۲۵ء
ولد ... برادری ... قوم ... ساکن قصبہ ... ضلع آگرہ مدعی
بنام
فرم سورج بال ... قوم ... ساکن ... ضلع ... مدعا علیہ

بنام فرم سورج بال ...
ہرگاہ مدعی نے تمہارے نام ایک نالش بابت ... کے دائر کی ہے لہٰذا تم کو حکم دیا جاتا ہے کہ تم بتاریخ ۲۴ ماہ اپریل سنہ ۱۹۲۵ء بوقت ۱۰ بجے دن کے عدالت ہذا میں بذات خاص حاضر ہو اور جواب دہی دعویٰ کی کرو۔ ہرگاہ ... تاریخ ... حاضری کے لیے مقرر ہوئی ہے واسطے انفصال قطعی مقدمہ کے تجویز ہوئی ہے لہٰذا تم کو لازم ہے کہ اسی روز اپنے جملہ گواہوں کو حاضر کرو نیز جملہ دستاویزات جن پر تم بنائے جواب دہی کی مستدل کرنا چاہتے ہو اسی روز پیش کرو۔
تم کو اطلاع دی جاتی ہے کہ اگر بروز مذکور تم حاضر نہ ہوگے تو مقدمہ بغیر حاضری تمہارے مسموع اور فیصل ہوگا۔
بثبت میرے دستخط اور مہر عدالت کے آج بتاریخ ... ماہ مارچ سنہ ۱۹۲۵ء کو جاری کیا گیا۔

مہر عدالت — دستخط حاکم ... انگریزی

[illegible]

از لطف جیوتہ ... سید تاصر حسین ... دفتر اخبار اودھ پنچ ... لکھنؤ

... مطبع ... وکٹوریہ اسٹریٹ لکھنؤ میں ... [illegible]